۶۲۲/۱

(۱۰۸) سنن أبوداؤد، کتاب الفرائض،باب فی المیراث ذوی الأرحام ۴۰۲/۲

(۱۰۹) حوالہ بالا، کتاب الخراج والفیء والأمارة، باب نبش القبور العادیة ۴۸۰/۲

(۱۱۰) عظیم آبادی، محمد شمس الحق (م۱۳۲۹ھ)، **عون المعبود شرح سنن ابی داؤد**، دارالکتب العلمیة بیروت لبنان ۲۴۱/۸

(۱۱۱) صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب هل یخرج المیت من القبر و اللحد لعلة ۵۰۸/۱

(۱۱۲) المغنی ۵۵۳/۲

(۱۱۳) حوالہ بالا

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

محنت کی عظمت اور محنت کشوں کے حقوق وفرائض
(قرآن وحدیث کی روشنی میں)

محمد عبدالعلی اچکزئی*

لفظ محنت اگرچہ عربی زبان ہی کا ہے، مگر نہ قران مجید میں اس معنی میں استعمال ہوا ہے، نہ حدیث نبوی میں، نہ ہی موجودہ فصیح عربی میں یہ اس معنی میں مستعمل ہے۔قران وحدیث کی اصل اصطلاح ''عامل'' ہے، یعنی عمل کرنے والا، اوردوسرا لفظ اجیر استعمال ہوتا ہے۔

اہل علم کے نزدیک مزدوری کرنے والے کے لیے اجیر یا **المستاجَر** اورمزدوری پرکام لینے والے کے لیے آجر یا **المستاجِر** کی اصطلاحات استعمال کی جاتی ہیں، جیسا کہ اردولغت میں ہے''اجیر: اجرت پرکام کرنے والا، مزدور، نوکراور آجر: اجرت دینے والا، آقا، مزدور کی ضد۔(۱)

معاشیات کی اصطلاح میں محنت کی تعریف یوں کی جاتی ہے:

> ''محنت سے مراد انسان کی وہ دماغی یا جسمانی کاوش ہے جس کے معاوضہ میں اسے زر یعنی روپیہ ملتاہے''

گویا ایسی محنت جس کا معاوضہ محنت کرنے والے کودنیا میں نہ ملے، اسے محنت نہیں کہا جاسکتا، یہ جدید معاشیات کا محنت کے بارے میں تصور ہے، لیکن اسلامی معاشیات نے اس تصورِ محنت کونہایت کوتاہ اورقابل اصلاح سمجھاہے، اسلام کی نگاہ میں دنیوی زندگی محنت کرنے اوراس کے نتیجہ میں اس دنیا اورآخرت کی زندگی کو بنانے کے لیے ہے، لہٰذا انسان جوبھی جسمانی یا ذہنی محنت کرے گا، اس کا بدلہ یا تو دنیامیں مادی صورت میں ملے گا، یا آخرت میں اللہ کریم کی رضا اور جنت کی صورت میں ملے گا۔اس لیے اسلام نے محنت کوعبادت سے تعبیر کیاہے اورمحنت کا صلہ دنیامیں روپیہ کی شکل میں اوراخرت میں ثواب اور جنت کی شکل میں ملے گا، دونوں نیکی کے کام ہیں، لہٰذا اسلامی معاشیات میں محنت کی تعریف یوں کی جاسکتی ہے:

> ''محنت ہراس ذہنی اور بدنی جدوجہد کا نام ہےجس کے بدلے میں دنیا میں مادی معاوضہ ملے، جس کے ذریعہ انسان اپنی اوراپنے متعلقین اورمعاشرہ کے مستحق ضرورتمند افراد کی معاشی ضروریات

* ایسوسی ایٹ پروفیسر وصدر شعبہ علوم اسلامیہ، بلوچستان یونیورسٹی، کوئٹہ۔ پاکستان۔

پوری کر سکے ،معاشی خوشحالی کا ذریعہ بنے یا اس کے بدلے میں ثواب ملے ،جو دنیا وآخرت دونوں کے لیے ذریعہ کامیابی وخوشحالی ہے۔''(۲)

محنت کے ذریعہ ثواب دنیوی زندگی کی خوشحالی اور کامیابی کا ذریعہ بنا اس طرح ہے کہ ثواب نیکی کے کاموں میں ملتا ہے اور نیکی بذات خود انسان میں نشاط ، پابندی وقت اور دیانتداری کے جوہر پیدا کرتی ہے جو کسی بھی معاشی سرگرمی کی کامیابی کی ضمانت ہیں ،قرآن مجید نے محنت کے اس جامع تصور کی طرف بلیغ اشارہ یوں فرمایا ہے:

وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا وَلِيُوَفِّيَهُمْ اَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ۔(۳)

''ہر ایک شخص (یا جماعت) کے لیے اس کے کئے کے مطابق درجات ہیں ،ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا''

جدید معیشت دانوں کی وضع کردہ محنت کی تعریف کے نتیجہ میں ایک سماجی کارکن جو اپنی کوششوں سے بہت سے لوگوں کو محنت کے قابل بناتا ہے، یا ان کی محنت کے لیے آسانیاں پیدا کرتا ہے ،اس کی محنت ،محنت نہیں ، کیونکہ وہ روپیہ نہیں کماتا ،اس طرح بہت سے لوگوں کی محنت ،محنت نہیں ، کیونکہ وہ زر نقد مقصد نہ بنا سکے ۔مگر اسلامی معاشیات کے جامع تصور محنت میں ہر فرد کی ہر جدوجہد محنت ہے، جو دنیوی یا اخروی فائدہ کا ذریعہ بنے ۔دراصل محنت ہی وہ کلید ہے جس کے ذریعہ انسان ،انسانی سرمایہ اور دیگر وسائل دولت کو استعمال کر کے یا انہیں کار آمد بنا کر معاش پیدا کرتا ہے، دولت کماتا ہے اور پیدائش دولت کے عمل کو جاری رکھتا ہے ۔(۴)

محنت کی عظمت قرآن وحدیث کی روشنی میں :

اسلام کے منصفانہ اقتصادی نظام کی ایک نہایت امتیازی شان یہ ہے کہ اس نے محنت کی عظمت کو اجاگر کیا ہے اور مزدور ومحنت کش طبقہ کو پستی کے مقام سے اٹھا کر قابل رشک عظمت کا مقام بخشا ہے ،اسلام کا معاشی نظام اس حقیقت پر یقین رکھتا ہے کہ پیدائش دولت اور معاشی ترقی کی جو بھی صورت ہو،خواہ وہ زراعت وکاشتکاری ہو یا صنعت وحرفت ، سرکاری ملازمت ہو یا نجی کاروبار میں ملازمت ،ہر جگہ دو ہی ہاتھ ہیں جو سرگرم کار نظر آتے ہیں ،ایک اصل (خواہ زمین ہو یا مشین یا زر نقد یا سرکار کا کوئی پیداواری عمل) اور دوسرا محنت ۔بالفاظ دیگر ایک طرف اگر مالک زمین یا کارخانہ دار یا سرمایہ دار خواہ وہ سرکار ہو یا کوئی فرد ہے ،تو دوسری طرف مزدور یا ملازم ہے جو زمین پر محنت کر کے یا کارخانہ میں کام کر کے یا سرمایہ کو مضاربت میں لگا کر یا سرمایہ کار کے ترقیاتی منصوبوں کو پروان چڑھا کر یا انتظامی شعبہ میں مدد کر کے پیدائش دولت کے عمل کو یقینی بناتا ہے ، لہٰذا اصل دار (سرمایہ دار،زمیندار،کارخانہ دار یا سرکار وغیرہ) اور مزدور یا ملازم دونوں برابر ہیں ،مزدور یا ملازم کسی بھی طرح اصل دار سے کمتر نہیں ۔

مزدور کسی بھی ملک کی ترقی کی گاڑی کا ایک پہیہ ہوتے ہیں، جبکہ دوسرا پہیہ سرمایہ دار ہوتا ہے، اگر مزدور کو خوش رکھا جائے، اس کی عزت افزائی کی جائے جس کا وہ بجا طور پر اہل بھی ہے، تو وہ خوش اسلوبی سے کام کرے گا، جس کے نتیجہ میں ملکی معیشت ترقی کرے گی، پیداوار بڑھے گی اور نتیجۃً ساری قوم کے ساتھ مزدور بھی خوشحال ہوگا۔

قرآن مجید میں اللہ کریم محنت کی جسمانی قسم کا ذکر ایک نبی علیہ السلام کے مبارک عمل سے کرتے ہیں، اس سے جہاں جسمانی محنت کا ثبوت قرآن سے ملتا ہے وہاں محنت کی عظمت کو بھی چار چاند لگ گئے ہیں، کہ اس کا ذکر ایک نبی علیہ السلام کے عمل سے کیا گیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب مصر سے ہجرت کر کے مدین پہنچے، تو حضرت شعیب علیہ اسلام نے ان سے اپنی دختر کا نکاح اس شرط پر کرنے کی آمادگی ظاہر کی کہ وہ آٹھ سال ان کے ہاں رہ کر ان کی بکریاں چرائیں، گویا کہ بیٹی کا حق مہر آٹھ سال کی جسمانی محنت ٹھہرایا ہے، جسے موسیٰ علیہ السلام نے قبول فرمایا، ارشاد الٰہی ہے:

قَالَ اِنِّیۡۤ اُرِیۡدُ اَنۡ اُنۡکِحَکَ اِحۡدَی ابۡنَتَیَّ ہٰتَیۡنِ عَلٰۤی اَنۡ تَاۡجُرَنِیۡ ثَمٰنِیَ حِجَجٍ ۚ فَاِنۡ اَتۡمَمۡتَ عَشۡرًا فَمِنۡ عِنۡدِکَ (۵)

’’بے شک میرا ارادہ ہے کہ اپنی ان دو بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح تمہارے ساتھ اس شرط پر کردوں کہ تم آٹھ سال میرے ہاں محنت کرو، پھر اگر دس سال تم پورے کردو گے، تو یہ تمہاری طرف سے (احسان کا معاملہ) ہوگا۔‘‘

چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس معاہدہ محنت کو قبول فرمایا۔

اسی طرح ایک اور پیغمبر یا ولی حضرت خضرؑ کی جسمانی محنت کا تذکرہ قرآن مجید نے فرمایا:

فَوَجَدَا فِیۡہَا جِدَارًا یُّرِیۡدُ اَنۡ یَّنۡقَضَّ فَاَقَامَہٗ ؕ قَالَ لَوۡ شِئۡتَ لَتَّخَذۡتَ عَلَیۡہِ اَجۡرًا ۔(۶)

’’پھر ان دونوں (حضرت موسیٰ اور حضرت خضرؑ) نے ایک دیوار کو دیکھا جو گرا ہی چاہتی تھی، پھر اس (خضرؑ) نے اسے درست کیا، اس (موسیٰؑ) نے کہا: اگر تم نے (ایسا کرنا) چاہا (ہی تھا) تو اس پر اجرت لیتا۔‘‘

حضرت داود علیہ السلام کے بارے میں ارشاد ہے:

وَعَلَّمۡنٰہُ صَنۡعَۃَ لَبُوۡسٍ لَّکُمۡ لِتُحۡصِنَکُمۡ مِّنۡۢ بَاۡسِکُمۡ (۷)

’’اور اس (داؤد علیہ السلام) کو سکھلایا ہم نے بنانا ایک تمہارا لباس کہ بچاؤ ہو تم کو تمہاری لڑائی میں۔‘‘

آگے ارشاد ہے:

وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ (۸)

''اور نرم کر دیا ہم نے اس کے آگے لوہا کہ بنا زر ہیں کشادہ اور اندازے سے جوڑ کڑیاں''

آیات مذکورہ سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے زرہ سازی کی صنعت سکھلائی تھی اور یہ حضرت داؤد علیہ السلام کا معجزہ تھا کہ لوہا مثل موم کے ان کے ہاتھ میں نرم ہوتا تھا، جس طرح چاہتے ہاتھ سے پکڑ کر اس کو موڑ دیتے تھے، تپانے اور کوٹنے کی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔

محنت کے بارے میں قرآن حکیم میں یہ ارشاد بھی ہے:

وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ـ وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى۔ (۹)

''نہیں ہے آدمی کے لیے مگر وہی جو اس نے کمایا اور قریب ہے کہ دکھلائی دے اسے اپنی کمائی۔''

اس آیت کا تعلق جس طرح اخروی معاملات اور نتائج سے ہے، اسی طرح یہ قانون دنیاوی کاروبار پر بھی چسپاں ہے، جیسے معادی زندگی میں ہر شخص اسی کے پانے کا حقدار ہوگا جو اس نے کمایا ہے اور اس کے سامنے اس کی کمائی ہی نتیجے کی شکل میں پیش ہوگی، یوں ہی معاشی زندگی میں ہر ایک کا نصیب اور حصہ اس کی محنت اور مشقت و کاوش کی مناسبت ہی پر مبنی ہے، وہ جتنی محنت و جانفشانی کرتا ہے، اسی حساب سے وہ حصہ بھی پاتا ہے۔ (۱۰)

نبی کریم ﷺ نے مزدوروں کے اس معزز طبقہ کو ان کا صحیح مقام دلوانے کے لیے عملی اور قولی دونوں طریقوں سے کوشش فرمائی، مسجد نبوی کی تعمیر ہو یا غزوہ احزاب میں خندق کی کھدائی، آپؐ نے ہمیشہ مزدوروں کی طرح تعمیر کی ڈھو ڈھو کر اور پانی اٹھا اٹھا کر، گویا کہ مزدور بن کر مزدوروں کو زبان حال سے سمجھا دیا کہ تمہارا ساتھی ہوں اور ساتھی وہی ہوتا ہے جو ساتھی کے جذبات واحساسات کی قدر دانی کرے اور اس کے دکھ سکھ کا شریک ہو اور اس کی عزت کا پاسبان بنے، مزدور کی عظمت کا اندازہ آپؐ کے اس قول سے بھی لگایا جا سکتا ہے، جس میں آپؐ نے ارشاد فرمایا:

> عن المقدام عَنِ النَّبِیْ صَلَی اللّٰهُ عَلیه وسلّم قَالَ ما اَکلَ اَحَدُ طَعَامًا قطّ خیرًا مِنْ اَن یَّاکُلَ مِنْ عَمل یَدِهٖ وان نبی اللّٰه داوُد کان یاکل مِنْ عَمل یده.(۱۱)
>
> ''حضرت مقدام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کبھی کسی نے اپنے ہاتھ کی محنت کی روزی سے بہتر کوئی کھانا نہیں کھایا، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی ہی سے کھاتے تھے۔''

ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا:

عَنْ عَائِشة رضی اللّٰه عنها قالت قال النبی صلّی اللّٰه علیه وسلّم ان اطیب ماا کلتم من کسبکم وان اولادکم من کسبکم.(١٢)

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا راوی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''جو کچھ تم کھاتے ہو اس میں سب سے بہتر وہ چیز ہے جو تمہیں کمائی سے حاصل ہوتی ہے اور تمہاری اولاد بھی تمہاری کمائی ہے۔'' (یعنی والدین کے لئے اپنی اولاد کی کمائی کھانا جائز ہے)۔

ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے منقول یہ روایت نقل کرتے ہیں:

کان داود زرّا وکان آدم حراثاً وکان نوح نجاراً وکان ادریس خیاطاً وکان موسیٰ راعیاً(١٣)

''حضرت داود علیہ السلام زرہ بناتے تھے،آدم علیہ السلام کاشتکاری کرتے تھے،نوح علیہ السلام بڑھئی کا کام کرتے تھے،حضرت ادریس علیہ السلام درزی کا پیشہ کرتے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بکریاں چرانے کا کام کرتے تھے۔''

ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مابعث اللّٰه نبیّاً اِلّا راعی غنم قال له اصحابه وانت یارسول اللّٰه قال وانا کنت ارعاها لاهل مکة بالقراریط (١٤)

''کہ کوئی ایسا نبی نہیں ہوا،جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں،صحابہؓ نے عرض کیا کہ آپ ﷺ نے بھی! آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ ہاں میں بھی اہل مکہ کی بکریاں چند قیراط پر چرایا کرتا تھا۔''

نبی کریم ﷺ نے اپنے اس عمل اور بعض دیگر انبیاء کرامؑ نے اپنے اعمال سے یہ ترغیب دی کہ معاش کمانے کے لیے بظاہر کوئی حقیر پیشہ اختیار کرنا پڑے تو ہچکچانا نہیں چاہیے۔بعض لوگ کچھ کاموں کو معیوب خیال کرتے ہیں، نبی کریم ﷺ نے اس کو غلط قرار دیا اور اپنے اصحاب کو اس بات کی تعلیم دی کہ عزت اور کامل عزت کام کرنے میں ہے،خواہ وہ کوئی کام ہو اور ذلت وخسّت لوگوں کی اعانت پر تکیہ کرنے میں ہے،حضرت ابوعبداللہ زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لأن یاخذ احدکُمْ حبلَهُ ثم یأتِیِ الجبل فیاتی بحزمة حَطَب عَلٰی ظهره فیبیعها فیکف اللّٰه بِهَا وجهه خیرٌ لَّهُ مِنْ اَنْ یَسْاَلَ النَّاس، اعطوه او مَنَعُوْه.(١٥)

''تم میں سے کسی ایک شخص کا رسیاں لے کر پہاڑ پر جانا کہ ان سے لکڑیوں کا گٹھا باندھ کر اپنی پیٹھ پر

لادکرلائے، پھراسے بیچے، پس اس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کو(ذلت سے) بچائے، یہ اس کے لئے اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں سے سوال کرے، اسے دیں چاہیں تو انکار کر دیں۔"

اسی طرح آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

ان اللہ یحب العبد المؤمن المحترف الضعیف المتعفف، ویبغض السائل الملحف۔(١٦)

''اللہ تعالی مؤمن اہل پیشہ،ضعیف اور سوال سے بچنے والا بندہ پسند کرتا ہے اور اصرار سے مانگنے والے کو ناپسند کرتا ہے"

بہرحال نبی کریم ﷺ نے اپنے پیروؤں کے لیے اسوہ حسنہ بن کر ان کو بااخلاق تاجر بنایا، سینے، جوتیاں بنانے، برتن بنانے اوراسی قسم کی گھریلو ضروریات کوخود تیار کرنے کی حوصلہ افزائی فرمائی، عورتوں کو کاتنے کی ترغیب دی تو مردوں کو بننے کی تلقین کی اوراس طرح دستکاری سے روزی کمانے کو دنیوی فلاح بھی بتایا اوراخروی شادکامی کی بشارتوں سے بھی نوازا۔

انہی ایمان افروز بشارتوں اور ہاتھ سے کما کر کھانے کی عظمت کا احساس دلانے کا نتیجہ تھا کہ صحابہ کرامؓ نے دستکاریوں اورصنعتوں کو بطور پیشہ اپنا کر جہاں اپنے روزگار کے مسئلہ کا حل کیا، وہاں رہتی دنیا تک انسانوں کو یہ سبق دے گئے کہ دستکاری اور صنعت معاشی تگ ودو کا ضروری جزو ہے اورکوئی بھی ہنر اپنی ذات میں حقیر نہیں ہوتا، غلط انسانوں کی غلط سوچ اسے برا بناتی ہے۔

حضرت سعد انصاری رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں، مدینہ منورہ میں آہن گری کا کام کیا کرتے تھے، ہتھوڑا چلاتے چلاتے ان کے ہاتھ سیاہ اور کھردرے ہوگئے تھے، ایک دن نبی کریم ﷺ نے دوران مصافحہ یا کسی اور طریقے سے یہ کھردرا پن محسوس کیا تو وجہ دریافت فرمائی، حضرت سعدؓ نے عرض کیا ہتھوڑا چلاتے چلاتے، کیونکہ اس کے ذریعہ سے اپنے اہل وعیال کے لیے روزی کماتا ہوں، آپؐ نے ان کے ہاتھ چومتے ہوئے فرمایا:

ھذہ ید یحبّھا اللہ ورسولہ (١٧)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عثمانؓ پارچہ باف تھے، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ تیرساز تھے، حضرت زبیرؓ کے والد محترم حضرت عوامؓ خیاط تھے، کعبہ کے کلید بردار حضرت عثمان بن طلحہؓ بھی درزی تھے، حضرت ابوسفیان بن صخر بن حربؓ چمڑے کی دستکاری کرتے تھے، حضرت عقبہ بن ابی وقاصؓ بڑھئی تھے، حضرت خباب بن ارتؓ لوہار تھے۔(۱۸)

دراصل محنت اور پیشہ انسان کی ذلت ورسوائی کا موجب نہیں ہے، بلکہ یہ انسان اور مسلمانوں کی عظمت کی

نشانی ہے اور جس ہنر یا پیشہ سے معاشرہ کی ضرورت پوری ہوتی ہو یا اسے حقیقی فائدہ پہنچتا ہو، اگر اس کو اختیار کرنے والا خلوص اور خدمت خلق کے جذبہ کے ساتھ اس کو انجام دے، تو یہ عمل صالح اور عبادت ہے، جیسا کہ علامہ یوسف القرضاوی لکھتے ہیں:

> ''صنعت وحرفت اسلام کی رو سے ایک جائز خدمت ہی نہیں ہے بلکہ جیسا کہ علماء اور ائمہ نے کہا ہے فرض کفایہ ہے، اس مفہوم میں کہ اسلامی جماعت کے اندر صنعت وحرفت اور ہر فن کو جاننے والے اتنی وافر تعداد میں ہونے چاہیں کہ جماعت کی ضرورتیں پوری ہوجائیں اور وہ اپنا کام ٹھیک طریقہ سے انجام دے سکیں، اگر صنعت وفن کے کسی گوشہ میں اس طرح کی کمی واقع ہوجاتی ہے کہ اس خدمت کو انجام دینے والا کوئی شخص بھی نہ ملے تو پوری جماعت گنہگار ہوجاتی ہے اور خاص طور سے اولوالامر اور اہل حل وعقد'' (۱۹)

مذکورہ بالا روایات سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ اشیاء ضرورت کی ایجاد وصنعت ایک مقدس اور جائز پیشہ ہے اور ان کا سیکھنا، سکھانا نہ صرف داخل ثواب بلکہ فرض کفایہ ہے، بشرطیکہ نیت خدمت خلق کی ہو، صرف کمائی ہی مقصد نہ ہو، اسی طرح یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ کسی جائز مقصد اور ضرورت کے تحت اختیار کی جانے والی صنعت اور پیشہ ور صنعت کو حقیر یا ذلیل سمجھنا اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔

محنت کشوں کے حقوق وفرائض:

اسلام چونکہ عدل وانصاف کا دین ہے، اس لیے اس نے اجیر (محنت کش) اور آجر یا مستاجر (سرمایہ دار) کے باہمی تعلقات کو اجرت وہمدردی کی بنیادوں پر استوار کرنے کے لیے مشفقانہ اور حکیمانہ تعلیمات کا ایک سلسلہ فراہم کیا ہے، اسلام کا اصلاحی خطاب پہلے نسبتاً طاقت ورفریق یعنی مستاجر سے ہے اور اسے اسلام اخلاقی اور قانونی دونوں طریقوں سے اس پر آمادہ کرتا ہے کہ وہ اپنے کمزور اور ضرورتمند بھائی مزدور (یا محنت کش) کی مجبوری سے غلط فائدہ اٹھا کر اس کا استحصال نہ کرے، اس طرح اجیر پر بھی لازم کر دیا ہے کہ وہ مقررہ وقت میں ہی کام مکمل کر دے اور کام چوری کر کے وقت ضائع نہ کرے۔ دراصل اسلام اس طرح مستاجر اور اجیر کے حقوق وفرائض بیان کرتا ہے، جن کا ایک اجمالی خاکہ ذیل کی سطور میں پیش کیا جا رہا ہے۔

(الف) محنت کشوں کے حقوق (مستاجر کے فرائض):۔ اسلام نے محنت کشوں کو مندرجہ ذیل حقوق عطا کیے ہیں۔ آجر یا مستاجر کا فرض ہے کہ وہ ان حقوق کو بطریق احسن ادا کرے اور ان کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کرے۔

(۱) اجرت کا تعین:۔ سب سے پہلی چیز اجرت کا تعین ہے، اسلام نے اس امر کو ضروری قرار دیا گیا ہے کہ مزدور کو کام

پر لگانے سے پہلے اجرت کا تعین کیا جائے،محنت کش کی غربت سے فائدہ اٹھا کر یونہی کام پر لگانے اور کام مکمل کرانے کے بعد جو اجرت چاہے، دے دینے کو ناپسند اور ناجائز کہا ہے اور ایسے معاملہ کو خیانت سے تعبیر کیا ہے،حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِذا اسُتأجرُتَ اجیُراً فاَعلمُہُ اجرۂ(۲۰)

''جب تو کسی مزدور کو اجرت پر رکھے تو اس کی اجرت پہلے بتائے۔''

اسی طرح یہ روایت بھی منقول ہے:

نھی عن استئجار الاجیر یعنی حتی یبین له اجر (۲۱)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ممانعت فرمائی ہے کہ مزدور کو اس کی اجرت طے کئے بغیر کام پر لگایا جائے۔''

ایک دوسرے موقع پر آپؐ نے ارشاد فرمایا:

من استاجر اجیراًفلیُسَمّ اجرہ (۲۲)

''جس شخص نے کسی ملازم (مزدور) کو اجرت پر رکھا، اسے چاہیے کہ اس کی اجرت مقرر کر دے''

فقہاء نے ان احادیث سے استدلال کیا ہے کہ کسی کام کو کرایا جائے تو اس کی اجرت پہلے سے مقرر کر لی جائے۔

(۲) اجرت کی مکمل ادائیگی:۔آجر یا مستاجر کا فرض ہے کہ وہ محنت کش سے جس قدر کام کروائے، اس کا مکمل معاوضہ ادا کرے،حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قال اللّٰہ عزّ وجل:ثلٰثة أناخصمھم یوم القیامة ،رجلٌ اُعطی بی ثم غدر ورجلٌ باع حُراً فأکل ثمنه ورجلٌ استأجر اجیراً فاستوفیٰ منه ولم یوفه اجرہ ۔(۲۳)

''اللہ عزوجل نے فرمایا: تین افراد ایسے ہیں کہ قیامت کے دن میں ان کا فریق مخالف بنوں گا، ایک تو وہ شخص ہے جو میرے نام کی قسم کھا کر عہد کرے اور پھر عہد توڑ دے، دوسرا شخص وہ ہے جو کسی آزاد انسان کو فروخت کر کے اس کی قیمت ہڑپ کر لے اور تیسرا وہ شخص ہے جو کسی مزدور کو مزدوری پر رکھے، پس اس سے پورا کام کرالے اور اسے اس کی مزدوری نہ دے۔''

حدیث کے لفظ فاستوفیٰ منه مزدور سے پورا کام لے لیا اور اسے اجرت نہیں دی، یہ باطل طریقے سے مزدور کا مال کھا جانے کے مترادف ہے، حالانکہ اس بے چارے نے اپنے طور پر محنت بھی کی اور مشقت بھی اٹھائی۔ قرآن مجید نے ایسے مستاجر کو مُطَفِّفِین کی فہرست میں شامل کیا ہے جو مزدور سے مزدوری کروا کے اس کا حق

پورا ادا نہیں کرتے ۔ ارشاد الٰہی ہے:

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْوَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ (۲۴)

''بڑی خرابی (دردناک عذاب) ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی ۔ کہ جب لوگوں سے ناپ کر لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں ۔ اور جب انہیں ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں ۔''

تطفیف کا مفہوم بہت وسیع ہے، وہ یہ کہ دوسرے کا جو بھی حق ہمارے ذمہ واجب ہے، اس کو اگر اس کا حق کم کر کے دیں تو یہ **تطفیف** کے اندر داخل ہے، جیسا کہ مولانا اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

''آپ نے ایک نوکر رکھا اور نوکر سے یہ طے کیا کہ تمہیں ماہانہ اتنی تنخواہ دی جائے گی اور روزانہ دو وقت کا کھانا دیا جائے گا، لیکن جب کھانے کا وقت آیا تو خود پلاؤ زردے اڑائے، اعلیٰ درجہ کا کھانا کھایا اور بچا کھچا جس کو ایک معقول اور شریف آدمی پسند نہ کرے، وہ نوکر کے حوالے کر دیا تو یہ بھی تطفیف ہے، اس لیے کہ جب تم نے اس کے ساتھ دو وقت کا کھانا طے کر لیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اس کو اتنی مقدار میں ایسا کھانا دو گے جو ایک معقول آدمی پیٹ بھر کر کھا سکے، لہٰذا اب اس کو بچا کھچا کھانا دینا اس کی حق تلفی اور اس کے ساتھ ناانصافی ہے، لہٰذا یہ بھی تطفیف کے اندر داخل ہوگی۔'' (۲۵)

(۳) اجرت کی بروقت ادائیگی:۔ بعض طاقتور سرمایہ دار غریب مزدور کو تنگ کرنے کے لیے تنخواہ یا اجرت کی ادائیگی میں تاخیر کرتا ہے، تنخواہ یا معاوضہ اگر منصفانہ طے بھی ہو جائے تب بھی اس کی ادائیگی میں تاخیر کرنا بے چارہ مزدور کے لیے مالی مشکلات پیدا کر دیتا ہے، نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے سرمایہ دار کی اس حرکت کو ظلم قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

مطل الغنی ظلمٌ (٢٦)

''مالدار کا مالداری کے باوجود دوسرے کے ادائے حق میں تاخیر کرنا ظلم ہے۔''

مزدور طبقہ کے اس حق کی فوری ادائیگی کا کس قدر احساس تھا، اس کا اندازہ آپؐ کے اس ارشاد گرامی سے لگایا جا سکتا ہے:

اعط الاجیر اجرہ قبل ان یجف عرقه (٢٧)

''مزدور کی مزدوری اس کے پسینے کے خشک ہونے سے پہلے ادا کرو''

(۴) حق راحت و آرام:۔ اسلام سرمایہ داروں کو یہ تلقین کرتا ہے کہ وہ اپنے ملازمین یا مزدوروں سے کام لیں جتنا وہ آسانی سے کر سکیں، اوقات کار کا جو معاہدہ فریقین کے مابین طے پائے اس سے زیادہ کام لینا شرعاً ظلم ہے، نبی

کریم ﷺ کو اس مظلوم طبقہ کے آرام وراحت کا کس قدر احساس تھا ،اس کا اندازہ اس ارشاد سے لگایا جاسکتا ہے جوحضرت ابوذر غفاریؓ سے مروی ہے،جس میں آپؐ نے فرمایا:

وَلاتکلفوھم مایغلبھم فان کلفتموھم فاعینوھم (۲۸)

''اوران کو اتنے کام کی تکلیف نہ دو کہ ان پر بار ہوجائے اوران پر اگرکوئی ایسا سخت کام ڈالو توتم (خودبھی)ان کی مدد کرو''

اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے مناظراحسن گیلانی لکھتے ہیں :

''اس حدیث سے معلوم ہوتاہے کہ وقت اورکام دونوں کے حساب سے مزدوروں پراتنا بوجھ نہ لادا جائے جوان کومغلوب کرکے تھکادے، وَلاتکلفوھم مایغلبھم ایسا فقرہ ہے جس سے موجودہ زمانہ میں وقت اورکام کی نوعیت کے مسئلہ کو طے کیا جاسکتاہے اور اگرکوئی کام ایسا پیش آجائے جس کی انجام دہی میں مزدوروں کو دشواری پیش آرہی ہوتواس کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ اس کام کونہ کرایا جائے اورنہ یہ مطلب ہے کہ خواہ مزدور پرکچھ ہی گذرجائے ،اس سے وہ کام لیاہی جائے ، بلکہ ایسی صورت میں یہ کام کرنا چاہیے کہ مزدور کی اعانت مزید قوت سے کی جائے ، فاعینوھم کا یہی مطلب نہیں ہے کہ خوداس کام میں لگ جائے ، بلکہ یہ بھی ہے کہ بہرحال مزید قوت سے مزدور کی اعانت کی جائے''(۲۹)

ایک دوسرے موقعہ پرآپؐ نے مالک یا آجرکوتلقین کرتے ہوئے ارشادفرمایا:

وَلایُکلّفُ مِنَ الُعملِ اِلّا مایطیقُ (۳۰)

''اورکام لینے میں اس سےصرف اتنا کام لیاجائے جواس کی طاقت وہمت کے مطابق ہو''

اس حدیث میں مالک یا آجرکو یہ ہدایت کی گئی ہے کہ وہ اپنے غلام یااجیرکوکوئی ایسا کام کرنے کاحکم نہ دے جس پروہ مداومت نہ کرسکتا ہو اورجواس کی ہمت وطاقت سے باہرہو یاجس کی وجہ سے اس کے جسم کوکوئی ظاہری نقصان پہنچ سکتاہو۔

(۵) حسن سلوک:۔ نبی کریم ﷺ نے کئی مواقع پرغلاموں (مزدوروں) کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید فرمائی ہے، مثلاً ایک موقع پرارشادفرمایا:

أرقاؤُکُمُ اخوانکم فاَحُسنُواالیھمُ (۳۱)

''تمہارے غلام تمہارے بھائی ہیں،ان کے ساتھ اچھابرتاؤ کرو''

اسی طرح ایک اور موقعہ پر ارشاد فرمایا:

اخوانکُمْ خولکُم جَعلَھُمُ اللّٰہُ تحت ایدیکُم فمن کان اخوہُ تحت یدِہٖ فلیُطعمہُ مِمّایاکُلُ ولیُلبِسہُ مِمّا یلبِسُ۔ (۳۲)

''خول (یعنی تمہارے ہاتھ کے نیچے کام کرنے والے) تمہارے بھائی ہیں، حق تعالیٰ نے ان کو تمہارے ہاتھ کے نیچے ڈال دیا ہے، پھر جس کا بھائی کسی کے ہاتھ کے نیچے پڑ جائے تو چاہیے کہ جو کچھ خود کھاتا ہو اسے کھلائے اور جو خود پہنتا ہو اسے پہنائے۔''

مذکورہ بالا روایات کا تعلق اگرچہ غلاموں سے ہے، لیکن آج کل جب کہ غلام موجود نہیں ہیں، تو جو تنخواہ دار نوکر چاکر ہوتے ہیں، انہیں سے کام لیا جاتا ہے اور جب غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم ہے حالانکہ وہ مملوک ہوتے ہیں، تو ان تنخواہ دار غیر مملوک انسانوں کے ساتھ کیوں حسن سلوک کا حکم نہ ہوگا۔

مناظر احسن گیلانی لکھتے ہیں کہ مذکورہ بالا حدیث سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

۱۔ مزدور اور جو مزدوری پر لوگوں سے کام لیتے ہیں، آنحضرت ﷺ کا منشا یہ ہے کہ ان کو وہ اپنا بھائی خیال کریں اور دونوں میں تعلقات کی نوعیت ایسی ہو جیسے بھائی بھائی میں ہوتی ہے۔

۲۔ کم از کم کھانے پینے، رہنے سہنے کی حد تک دونوں کی معاشی سطح برابر ہو، جو خود کھائے وہ مزدور کو کھلائے اور جو خود پہنے وہ مزدور کو پہنائے، اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ اجرت کے معاملہ میں اسلام کا نقطہ نظر کیا ہے، یعنی کم از کم اتنی اجرت تو بہرحال ہر مزدور کو ملنی چاہیے کہ کھانے اور پہننے کی حد تک وہ اپنے مالک کے برابر ہو جائے، مزدوری کی شرح اگر آج اتنی بھی کر دی جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ شورش کی کمی بہت حد تک توقع کی جاسکتی ہے۔''(۳۳)

جو لوگ مزدور پر ظلم کرتے ہیں، ان کا معاوضہ روک لیتے ہیں، بدزبانی سے پیش آتے ہیں، وہ درج ذیل حدیث پر غور کرلیں، حضرت علیؓ سے روایت ہے:

کان آخر کلام النبّی ﷺ الصلوٰۃ الصلوٰۃ ،اتقواللّٰہ فیماملکت ایمانکم (۳۴)

نبی کریم ﷺ کی آخری بات یہ تھی، نماز، نماز، اور غلاموں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔

یعنی آخری وقت میں بھی نبی کریم ﷺ تاکید فرماتے رہے کہ نماز کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، یعنی کسی حال میں اس کو نہ چھوڑو اور غلاموں یا مزدوروں کے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو کہ ان پر کسی قسم کی ظلم اور زیادتی نہ کرو۔

(۶) کاروبار کے منافع میں مزدور کی شرکت:۔ صنعتی ترقی کے اس دور میں جب تمام حکومتیں اپنے کو فلاحی ریاست کہتی

نہیں تھکتی ہیں اور جب کہ تقریباً دنیا کے ہر ملک میں مزدور اور ملازمین اپنی انجمنیں بھی بنا چکے ہیں ،جن کی مسلسل طویل جدوجہد نے ان فلاحی ریاستوں کو ایسے قوانین پر غور کرنے کے لیے مجبور کیا ہے جن کی زد سے مزدور بھی کاروباری منافع میں شریک ہوسکیں اور غالباً ایسے قوانین کی تیاری کے پیچھے بھی یہ جذبہ کارفرما ہے کہ مزدور حصہ دار بن کر زیادہ لگن سے کام کریں گے اور پیداوار بھی بڑھے گی ،لیکن نبی کریم ﷺ نے جو اسلامی ریاست قائم کی ،اس کے مزدور کو روز اول ہی سے یہ حق دیا گیا تھا کہ وہ کاروباری منافع میں شریک ہوسکتے ہیں ،جیسا کی نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

اعطو العامل من عمله فانّ عامل الله لايخيبُ۔(۳۵)

''مزدور کو بھی اس کی محنت (کے ثمر) میں سے کچھ دے دو کیونکہ اللہ کا مزدور نامراد نہیں کیا جاسکتا۔''

گو اس حدیث سے صراحتاً یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اجرت کے علاوہ منافع میں سے بھی مزدور کا کچھ حصہ مقرر کیا جاسکتا ہے یا نہیں ۔فقہ کی کتابوں میں بھی اس کی کوئی تصریح نظر سے نہیں گذری مگر اس حدیث سے اتنا ضرور مترشح ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ پیداوار کے منافع میں سے کچھ نہ کچھ عطا و بخشش کے طور پر مزدور کو دیتے رہنے کی ترغیب دلا رہے ہیں ،آنحضرت ﷺ کا ایک اور ارشاد اس کی مزید تشریح کرتا ہے ،آپ ﷺ کا ارشاد ہے :

اذاجآء احدكم خادمه بطعامه فليجلسه(۳۶)

''جب تم میں سے کسی کے پاس اس کا خادم کھانا لائے تو اسے چاہیے کہ خادم کو بھی ساتھ بٹھائے''

اسی طرح امام بخاری نے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ حضرت جابرؓ سے پوچھا گیا کہ ایک آدمی کا خادم اس کو (یعنی اپنے مالک کو) مشقت اور گرمی سے بچاتا ہے ،تو کیا نبی کریم ﷺ نے حکم فرمایا کہ اسے کھانے پر بلایا جائے؟ حضرت جابرؓ نے فرمایا: ہاں (اسے کھانے پر بلایا جائے) (۳۷) ظاہر بات ہے کہ جس خادم نے کھانے کے پکا لینے میں مشقت اور آگ کی گرمی کو برداشت کیا اور اپنے مالک کو اس مشقت اور گرمی سے بچایا، اس کا یہ حق ہے کہ اس کو بھی کھانے میں شریک کیا جائے اور چونکہ اس کھانے کو سرمایہ دار (مالک) کے مال اور محنت کش (مزدور) کی محنت نے مل کر وجود دیا ہے ،لہٰذا اب ضروری ہے کہ مالدار ملازم کی محنت کے پیداواری فوائد (کھانا یا کوئی دوسری پیداوار) میں اسے شریک کرے ،جیسا کہ تقی عثمانی لکھتے ہیں:

''آجروں (مستاجروں) کے ساتھ مزدوروں کے معاملے میں یہ شرط بھی حکومت کی طرف سے عائد کی جاسکتی ہے کہ وہ نقد اجرت کے علاوہ مزدوروں کو کسی خاص کارکردگی پر یا خاص مدت میں یا اورٹائم کی مخصوص مقدار کے معاوضے کے طور پر ان کو نقد بونس دینے کے بجائے کسی مخصوص کارخانے کے شیئرز مالکانہ حیثیت میں دے دیں ،اس طرح مزدور کارخانوں میں حصہ دار بن سکیں

گے۔''(۳۸)

(ب) محنت کشوں کے فرائض (مستاجر کے حقوق):۔اسلام حقوق حاصل کرنے کے بدلے میں مزدور پر فرائض بھی عائد کرتا ہے،مزدور کے یہ فرائض مستاجر کے حقوق ہیں،جن کا تذکرہ ذیل میں کیا جارہا ہے:

(۱) معاہدہ کی پابندی:۔ایک متعین وقت کے لیے طے شدہ مراعات یامزدوری کے عوض کام کرنا دراصل اجیر اورمستاجر کے درمیان ایک عقد اورمعاہدہ ہے،لہٰذا اس عقد ومعاہدہ کی پابندی کرنا ملازم پرلازم آتا ہے،ارشاد خداوندی ہے:

یٰاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْآ اَوْفُوْ ابِالْعُقُوْدِ(۳۹)

''اے ایمان والو! عہدوں کو پورا کرو۔''

اسی طرح حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ بہت کم ایسا ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو خطبہ دیا ہواور اس میں یہ ارشاد نہ فرمایا ہو:

لاایمان لمن لاامانة لهٗ ولادین لِمن لاعهدلهٗ (۴۰)

''اس کا ایمان نہیں جس کے اندر امانت کی پاسداری نہیں اور جس میں عہد کی پابندی نہیں اس میں دین نہیں۔''

(۲) کام یا پیشہ میں مہارت:۔اسلام نے ملازم (اجیر) کو یہ تعلیم دی ہے کہ وہ جو پیشہ یا ملازمت اختیار کرنا چاہے،اس میں پوری طرح مہارت حاصل کرے تاکہ وہ مستاجر کے ساتھ پورپورا انصاف کرسکے، اس کے کام کو بخوبی پورا کرکے اسے نفع پہنچائے،پیداوار بڑھائے اوراس کے لیے سہولیات فراہم کریں،نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"انّ اللّٰه يحب اذا عمل احدکم عملاً ان يتقنه(٤١)

''یقیناً اللہ کریم یہ پسند فرماتا ہے کہ تم میں سے کوئی جب کسی کام (پیشہ) کو اپنائے تو اس میں پوری مہارت حاصل کرلے۔''

(۳) مستاجر کی خیرخواہی:۔اجیر کے لیے ضروری ہے کہ جس کام کی وہ اجرت لیتا ہے،وہ کام مستاجر کا خیرخواہ بن کر پورے اخلاص اورلگن سے کرے،جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

خيرالكسب كسب يدالعامل اذانصح (٤٢)

''بہترین کمائی مزدور کی کمائی ہے،بشرطیکہ وہ خیرخواہی اور بھلائی کے ساتھ کام والے کا کام انجام دے۔''

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ العبد اذانصح لسیّدہ واحسن عبادۃ ربّہ لہٗ اجرہ مرّتین (۴۳)

''کوئی غلام جب اپنے سیدو آقا کی خیرخواہی اوروفاداری کرے اورخدا کی عبادت بھی اچھی طرح کرےتو وہ دوہرے ثواب کا مستحق ہوگا''

گویااس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مزدوروں کو یہ ہدایت اورترغیب دے رہے ہیں کہ وہ اپنے آقاؤں (مستاجروں) کے خیرخواہ اوروفادارہوکررہیں اوران کاپوراپوراحق اداکریں ،جس اجیرنے اپنے مستاجر کی خیرخواہی اوروفاداری کاحق اداکیااوراللہ تعالیٰ کی عبادت کابھی پوراحق اداکیاتواس کوقیامت کے دن دہرااجرملے گا۔

(۴) دیانتداری اورامانتداری :۔اسلام کے قانون محنت کابنیادی قانون دیانتداری اورامانتداری ہے،اسلام چاہتاہے کہ محنت کش طبقہ امانت ودیانت کااپنا بنیادی وصف بنائے رکھے،امانت کی ادائیگی کے بارے میں اللہ تعالیٰ کاارشادہے:

اِنَّ اللّٰهَ يأمُرُكُمۡ اَنۡ تُؤَدُّوۡا الامٰنٰتِ اِلٰۤى اَهۡلِهَا (۴۴)

''اللہ تعالیٰ تمہیں تاکیدی حکم دیتاہے کہ امانت والوں کی امانتیں انہیں پہنچاؤ''

قرآن مجید نے ایسے مزدور اورملازم کو مطففین (کم ناپ اورتول دینے والوں) کے زمرہ میں شامل کیاہے اوران کے لیے دردناک عذاب کی وعیدسنائی ہے جو اپنے فرائض کوپوری دیانتداری کے ساتھ ادانہیں کرپاتے یا اپنی ڈیوٹی کو جان بوجھ کرادھورایاناقص طورپراداکرتے ہیں ،جیسا کہ اس آیت میں (جو پہلے بھی گزرچکی ہے) اللہ تعالیٰ ارشادفرماتے ہیں :

وَيۡلٌ لِّلۡمُطَفِّفِيۡنَ الَّذِيۡنَ اِذَاكۡتَالُوۡا عَلَى النَّاسِ يَسۡتَوۡفُوۡنَ وَاِذَاكَالُوۡهُمۡ اَوۡ وَزَنُوۡ هُمۡ يُخۡسِرُوۡنَ (۴۵)

''بڑی خرابی (دردناک عذاب) ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی کہ جب لوگوں سے ناپ کرلیتے ہیں توپوراپورالیتے ہیں اورجب انہیں ناپ کریاتول کردیتے ہیں توکم دیتے ہیں۔''

آیت مذکورہ میں بظاہر مطففین کم ناپ تول کردینے والوں کوکہا گیاہے،مگرفقہاء اسلام نے اس زمرہ میں اس مزدوراورملازم کوبھی شامل کیاہے جو پوری تنخواہ (اجرت) لےکروقت کہیں اورلگائے یاضائع کردے اور پوراکام کرنے کی استطاعت کے باوجود پورانہ کرے یااچھا کرنے کی استعداد کے باوجود ناقص کام کرے،جیسا کہ تقی عثمانی لکھتے ہیں:

''ایک شخص کسی محکمے میں، کسی دفتر میں آٹھ گھنٹے کا ملازم ہے تو گویا کہ اس نے یہ آٹھ گھنٹے اس محکمے کے ہاتھ فروخت کردئے ہیں اور یہ معاہدہ کرلیا ہے کہ میں آٹھ گھنٹے آپ کے پاس کام کروں گا اوراس کے عوض اس کو اجرت اور تنخواہ ملے گی ،اب اگر وہ اجرت تو پوری لیتا ہے لیکن کام اس آٹھ گھنٹے کی ڈیوٹی میں کمی کرلیتا ہے اوراس میں سے کچھ وقت اپنے ذاتی کاموں میں صرف کرلیتا ہے تو اس کا یہ عمل بھی تطفیف کے اندر داخل ہے،حرام ہے، گناہ کبیرہ ہے، یہ بھی اسی طرح گناہ گار ہے جس طرح کم ناپنے اور کم تولنے والا گناہ گار ہوتا ہے،اس لیے کہ اس نے اگر آٹھ گھنٹے کے بجائے سات گھنٹے کام کیا تو ایک گھنٹے کی ڈیوٹی ماردی ،گویا کہ اجرت کے وقت اپنا حق اجرت تو پورا لے رہا ہے اور جب دوسروں کے حق دینے کا وقت آیا تو کم دے رہا ہے ،لہٰذا تنخواہ کا وہ حصہ حرام ہوگا جو اس وقت کے بدلے میں ہوگا جو اس نے اپنے ذاتی کاموں میں صرف کیا۔(۴۶)

اسلام میں گداگری کی مذمت:

اسلام کے معاشی نظام نے چونکہ ہر تندرست وعقلمند کو رزق حلال کمانے کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے،اس لیے انہیں بھیک مانگنے سے منع کیا ہے،سوائے بہ وقت حاجت شدیدہ وبہ مجبوری ومعذوری کے اور بلا ضرورت شدیدہ اپنے لیے سوال کرنا منع ہے،فتاویٰ ھندیہ میں ہے:

ومن كان له قوت يومه لايحل له السؤال وماجمع السائل من المال فهوخبيث (٤٧)

''اور جس کے پاس ایک دن کا خرچ ہو،اسے بھیک مانگنا حرام ہے اوراس کے باوجود جو مانگ کر جمع کرتے ہیں تو وہ حرام ہے۔''

اپنا روزگار تلاش نہ کرنا اور مفلس ہوکر گداگری اختیار کرنا نبی کریم ﷺ کو کس قدر ناپسند تھا ، اس کا اندازہ اس سے لگائے کہ آپؐ نے گداگری کے نتیجہ میں مانگی ہوئی چیز کو آگ کا انگارہ قرار دیا ہے، ارشاد نبوی ہے:

من سأل النّاس تكثّراً فاِنّما يسأل جمراً فليستقلّ اوليستكثر(٤٨)

''جو لوگوں سے مال میں اضافہ کرنے کے لیے سوال کرتا ہے تو وہ آگ کے انگارے کا سوال کرتا ہے (اسے اختیار ہے کہ) وہ کم طلب کرے یا زیادہ طلب کرے۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بغیر ضرورت کے سوال کرنا اتنا بڑا جرم ہے کہ انسان اس طرح اپنے کو جہنم کے انگاروں کا مستحق بنالیتا ہے، افسوس ہے کہ جس مذہب نے گداگری کو اتنا بڑا جرم قرار دیا، اس مذہب کے ماننے والوں میں گداگری عام ہے۔

اسی طرح حضرت جندبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

انّ المسألة كدٌّ يكدّبهاالرجل وجهه(٤٩)

''سوال کرنا ایک عمل جراحی ہے،اس کے ذریعے سے آدمی اپنا چہرہ چھیلتا (یازخمی کرتا) ہے۔

ایک اورمقام پرآپؐ نے خرچ کرنے والا ہاتھ مانگنے والے ہاتھ سے بہتر قرار دیا ہے،جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب کہ آپؐ منبر پرتشریف فرما تھے اورآپؐ نے صدقے کا اور سوال سے بچنے کا ذکرفرمایا(اس موقعہ پر یہ بھی) فرمایا:

اليدُ العُليا خيرٌ من اليد السُّفلىٰ ،واليد العُليا المنفقةُ والسُّفلىٰ السَّائِلةُ (٥٠)

''اوپروالا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے اوراوپر والا ہاتھ خرچ کرنے والا ہاتھ ہے اور نیچے والا ہاتھ مانگنے والا ہاتھ ہے۔''

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے ترغیب دی ہے کہ حاجت وضرورت کے وقت انسانوں کی بجائے اللہ کی طرف رجوع کیاجائے ،اس لیے کہ وہی سب کی حاجتیں پوری کرنے والا ہے،ارشادنبوی ہے:

من نزلت به فاقةٌ فانزلها بالنّاس لم تسدّ فاقته ومن نزلت به فاقةٌ فانزلها بالله فيوشك الله له برزق عاجل اوآجل (٥١)

''جسے فاقہ پیش آجائے وہ لوگوں کے سامنے اس کا اظہار کرے تواس کا فاقہ ختم نہیں ہوگا اور جواس کا اظہار اللہ کے سامنے کرے تواللہ تعالیٰ جلد یا بہ دیر اسے رزق عطافرمائے گا''

بھیک کے نتیجے میں کوئی چیز مل بھی جائے تواس میں برکت نہیں ہوگی ،اس لیے کہ اس میں دینے والے کی رضا شامل نہیں ہے ،کیونکہ اس نے مجبور ہوکرنہایت نفرت وکراہت یا شرم کی وجہ سے وہ سائل کودی ہے ،آپؐ ارشادفرماتے ہیں:

لاتلحقوا فى المسئلة فوالله لايسئلنى احدٌ منكُم شيئاً فتُخرِجَ لَهُ مسئلتهُ منِى شيئاً وانا لهُ كارهٌ فيباركُ له فيما اعطيته(٥٢)

''پیچھے پڑکرسوال مت کیاکرو ،اللہ کی قسم ! تم میں سے کوئی شخص مجھ سے کسی چیز کا سوال کرے اورمیری ناگواری کے باوجوداس کا سوال مجھ سے کچھ نکلوالے تو ایسا نہیں ہوگا کہ میری طرف سے اس کودی گئی چیز میں برکت دی جائے۔''

جولوگ بھیک مانگنے کواپنا پیشہ بناتے ہیں ،ان کے لیے دنیاوآخرت دونوں جگہوں میں ذلت ورسوائی ہے،

جیسا کہ ارشاد نبویؐ ہے:

لاتزال المسئلة باحدكم حتى يلقى الله وليس فى وجهه مزعة لحم (۵۳)

''تم میں سے جو کوئی سوال کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ کو جاملتا ہے (تو وہ اس حال میں اللہ کو ملے گا کہ) اس کے چہرے پر گوشت کا کوئی ٹکڑا نہیں ہوگا''

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ بالا ارشادات ہمارے لیے رہنما اصول ہے جو ہماری رہنمائی کرتے ہیں کہ محنت ومشقت کر کے غیرت مندانہ کھانا اگرچہ کتنا سادہ اور سستا ہو، دست سوال دراز کرنے سے بہتر ہے، خواہ سوال کر کے سونا اور موتی ہی حاصل کیے جائیں، وہ بھیک ہی ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جوانمردی اور جفاکشی کی زندگی گذار کر عزت نفس برقرار رکھنے والے ان پاکیزہ تعلیمات نے صحابہ کرامؓ کی طبائع میں انقلاب برپا کردیا تھا، وہ سوال کرنا بڑا گناہ تصور کرنے لگ گئے تھے، جیسا کہ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک معزز صحابی حضرت حکیم بن حزامؓ اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (مال کا) سوال کیا تو آپؐ نے مجھے عطا کیا، میں نے پھر سوال کیا، آپؐ نے مجھے عطا فرمایا، میں نے پھر سوال کیا، آپؐ نے مجھے عطا فرمایا اور فرمایا! اے حکیم یہ مال یقیناً سرسبز ہے، شیرین ہے، جو اسے بے نیازی کے ساتھ حاصل کرتا ہے، اس کے لیے اس میں برکت دی جاتی ہے اور جو اسے نفس کے لالچ کے ساتھ حاصل کرتا ہے، اس کے لیے اس میں برکت نہیں دی جاتی، اور وہ اس (بیمار) شخص کی طرح ہوتا ہے جو کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا اور اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے، حضرت حکیمؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کہا یا رسول اللہ! قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ بھیجا، میں آپؐ کے بعد کسی سے کوئی چیز نہیں مانگوں گا، یہاں تک کہ دنیا چھوڑ جاؤں، پس حضرت ابوبکرؓ حضرت حکیمؓ کو بلاتے، تاکہ انہیں کچھ عطا کریں، لیکن وہ قبول کرنے سے انکار فرمادیتے، پھر حضرت عمرؓ نے (اپنے دور خلافت میں) انہیں عطیہ دینے کے لیے بلایا، لیکن انہوں نے قبول کرنے سے انکار کیا، یہاں تک کہ وفات تک کسی سے کچھ نہیں لیا'' (۵۴)

اسی طرح ایک اور صحابی حضرت ثوبانؓ کے بارے میں روایت ہے کہ اس کی خودداری کا یہ عالم تھا کہ گھڑسواری کی حالت میں اگر ان کا کوڑا زمین پر گرجاتا تو کسی سے نہ کہتے، بلکہ خود گھوڑے سے اترتے اور اسے پکڑتے۔ (۵۵)

فقہاء کے نزدیک کم از کم مالی یا بدنی صلاحیت رکھنے والوں کے لیے جس طرح بھیک مانگنا حرام ہے، اسی

طرح ان کو بھیک دینا بھی جائز نہیں ہے، جیسا کہ علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں:

واذاحرم السؤال علیه اذاملك قوت یومه فهل یحرم الاعطاء له اذاعلم حاله قال الشیخ اکمل الدین فی شرح المشارق واما الدفع الی مثل ذالك السائل عالماً بحاله فحکمه فی القیاس ان یاثم بذالك لانه اعانة علی الحرام (٥٦)

''جس کے پاس ایک دن کا خرچہ ہو،اس کے لیے مانگنا تو حرام ہے ،لیکن کیا ایسے شخص کو دینا جائز ہے ،جب دینے والے کو اس کی حالت معلوم ہو؟ تو اس بارے میں شیخ اکمل الدین شرح المشارق میں فرماتے ہیں کہ ایسے شخص کو دینا جائز نہیں ہے اور دینے والا گناہ گار ہوگا، کیونکہ وہ ایک ناجائز کام پر اس کی مدد کر رہا ہے''

حوالہ جات وحواشی

(۱) اردو لغت ،کراچی ،ترقی اردو بورڈ ،۱۹۷۹ء، ج۱:ص ۲۰۸، ج۲:ص۱۰۴۔مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:

۱۔الزمخشری ، جاراللہ،اساس البلاغة ، بیروت ، دار صادر، ص۱۲

۲۔ابن المنظور الافریقی ،لسان العرب ، بیروت ،دار صادر، ج۴:ص۱۰

۳۔ساجد الرحمٰن، کشاف اصطلاحات قانون (اسلامی) اسلام آباد،مقتدرہ قومی زبان ،۱۹۹۱ء، ج۱:ص ۲۹

(۲) نور محمد غفاری ،اسلام کا معاشی نظام ،لاہور، دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری ،۱۹۹۴ء ص ۱۹۰۔۱۹۳

(۳) الاحقاف ۴۶:۱۹

(۴) نور محمد غفاری ،اسلام کا معاشی نظام ،ص۱۹۰۔۱۹۳

(۵) القصص ۲۸:۲۷

(۶) الکہف ۱۸:۷۷

(۷) الانبیاء،۲۱:۸۰

(۸) سبا،۳۴:۱۰،۱۱

(۹) النجم ۵۳:۳۹،۴۰

(۱۰) سید مناظر احسن گیلانی ،اسلامی معاشیات ،کراچی ،دارالاشاعت ،ص۲

(۱۱) بخاری، **محمد بن اسمٰعیل**، الجامع الصحیح، کتاب البیوع، باب کسب الرجل وعمله بیده

(۱۲) نسائی، **احمد بن شعیب**، المجتبیٰ من السنن، کتاب البیوع، باب الحث علی الکسب

(۱۳) ابن حجر عسقلانی، **احمد بن علی**، فتح الباری، کراچی، قدیمی کتب خانہ، کتاب البیوع، باب کسب الرجل وعمله بیده، ۴:۳۸۴)

(۱۴) بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الاجارة، باب رعی الغنم علی قراریط

(۱۵) بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الزکوٰة، باب الاستعفاف عن المسألة

(۱۶) سیوطی، جلال الدین، **عبدالرحمٰن بن ابی بکر**، الجامع الصغیر، مع شرح فیض القدیر، بیروت، دارالفکر، ۱۹۷۲ء، ۲:۲۹۰

(۱۷) ابن الاثیر، **ابی الحسن علی بن محمد الجزری**، اسد الغابة فی معرفة الصحابه، بیروت، دارالفکر، ترجمہ سعد الانصاریؓ، ۲:۱۸۵

(۱۸) تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: ابن قتیبہ، **ابی محمد عبداللہ بن مسلم**، المعارف، صناعات الاشراف، کراچی، نور محمد اصح المطابع، ۱۹۷۶ء، ص ۲۴۹، ۲۵۰

(۱۹) **یوسف القرضاوی**، الحلال والحرام فی الاسلام، مبحث الکسب والاحتراف، ص ۱۲۷

(۲۰) السنن للنسائی، کتاب الایمان والنذور، باب من الشروط فیه المزارعةوالوثائق

(۲۱) البیہقی، **احمد بن حسین**، السنن الکبریٰ، کتاب الاجارة، باب لاتجوز الاجارة حتی تکون معلومة، ۶:۱۲۰

(۲۲) سید **محمد بن اسمٰعیل الصنعانی**، سبل السلام شرح بلوغ المرام لابن حجرعسقلانی، کتاب البیوع، باب المساقاة والاجارة

(۲۳) ابن ماجہ، **محمد بن یزید**، السنن، ابواب الرهن، باب اجرالاجراء

(۲۴) المطففین ۸۳:۱۔۳

(۲۵) محمد تقی عثمانی، اسلام اور جدید معاشی مسائل، لاہور، ادارہ اسلامیات، ۲۰۰۸ء، ج۱: ص ۲۴۵

(۲۶) **المسلم بن حجاج**، الجامع الصحیح، کتاب المساقاةوالمزارعة، باب تحریم مطل الغنی

(۲۷) السنن لابن ماجه، ابواب الرهون، باب اجرالاجراء

(۲۸) الجامع الصحیح للبخاری، کتاب الایمان، باب المعاصی من امر الجاهلية

(۲۹) مناظر احسن گیلانی، اسلامی معاشیات، ص ۳۶۳، ۳۶۴

(۳۰) الخطیب، **ولی الدین محمد بن عبداللہ**، مشکوٰة المصابیح، باب النفقات وحق المملوک

(۳۱) بخاری، **محمد بن اسمٰعیل**، الادب المفرد، لاہور، مکتبہ رحمانیہ، باب هل یعین عبده